حافظ محمد عمر فاروق سعیدی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

عظیم المرتبت عالم ◎ جلیل القدر شاعر

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴۳

کتاب ــــــ امام احمد رضا عظیم المرتبت عالم جلیل القدر شاعر

تالیف ــــــ حافظ عمر فاروق سعیدی

تقدیم ــــــ مولانا محمد صدیق ہزاروی

کتابت ــــــ محمد عاشق حسین ہاشمی، چنیوٹ

صفحات ــــــ ۴۸

اشاعتِ اوّل ــــــ

ناشر ــــــ رضا اکیڈمی

مطبع ــــــ احمد سجاد آرٹ پریس ہوبنی روڈ لاہور

ہدیہ ــــــ دعائے خیر حق معاونین رضا اکیڈیمی رجسٹرڈ لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۲۸/۳۸، حبیب بنک

وسن پورہ برانچ لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں!!

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈیمی رجسٹرڈ مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور پاکستان

کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰، فون نمبر ۲۵۰۴۴۰

تقدیم

کسی شخصیت کے علمی و رُوحانی کارناموں اور دینی و ملّی خدمات کو اجاگر کیے بغیر، اس سے عقیدت و محبت کا دم بھرنا اس عظیم شخصیت سے غیر شعوری عداوت کے مترادف ہے۔

عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ عقیدت مندوں نے اُن کی نعتیہ شاعری سے اپنے خطبات کو مزین کیا اور عرسِ اعلیٰ حضرت کے ذریعے کام و دہن کی تواضع کی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بدعقیدہ لوگوں کے خلاف جو جہاد کیا اسے اس بھونڈے طریقے سے پیش کیا گیا کہ:

- ○ وہ فقیہِ اعظم جس سے فتویٰ لینے والے خود اہلِ علم تھے۔
- ○ وہ مفسر و مترجم قرآن کہ جس کے ایک ایک لفظ اور جملے سے تقدیسِ خداوندی، عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فصاحت و بلاغت کا سمندر موجزن نظر آتا ہے۔
- ○ وہ صائب الرائے سیاست دان، جس نے ہندو کی شاطرانہ چال کا تنِ تنہا مقابلہ کیا۔
- ○ قدیم و جدید علوم کا وہ عظیم سکالر جس کے علمی شاہکار آج دنیائے علم و دانش سے خراجِ تحسین پا رہے ہیں اور جس نے ریاضی کے بہت بڑے استاذ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی زندگی میں انقلاب بپا کر دیا، منظرِ عام پر نہ آسکا۔ البتہ اس عظیم المرتبت شخصیت کو ایک مکفّر، شدت پسند اور تفرقہ باز مشہور کر دیا گیا۔

جس کے نتیجے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نہ صرف یہ کہ علمی حلقوں میں معروف نہ ہو سکے، برِ صغیر کے مسلمانوں میں انتشار وافتراق کا باعث بھی انہی کو گردانا گیا اور اصل مجرم پسِ پردہ چلے گئے۔

چند سال پہلے اہل سنت وجماعت کے اربابِ بصیرت تحقیق وتجزیہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے وہ علمی کارنامے جن پر عرب وعجم کے زعماء اسلام نے انہیں خراجِ تحسین پیش کیا، منظرِ عام پر لائے جائیں اور اربابِ علم و دانش کو بتایا جائے کہ دین وملت کے لیے اس ضیغمِ اسلام نے کس قدر گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں۔

الحمد للہ! امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ان حقیقی عقیدت مندوں کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ فاضل بریلوی کے نام سے مختلف مجالس قائم ہو گئیں۔ آپ کی علمی خدمات پر لٹریچر چھپنے لگا۔ سیمیناروں کے ذریعے ملک و بیرونِ ملک کے عظیم سکالر آپ کے سنہری کارناموں کا تذکرہ کرنے لگے۔ اخبارات خصوصی ایڈیشن شائع کرنے لگے آپ کی تصانیف، جدید انداز سے منظرِ عام پر آنے لگیں اور سکولوں، کالجوں اور دینی مدارس کے طلباء کے درمیان بین الکلیاتی مذاکرات اور تحریری وتقریری مقابلوں کے ذریعے امام احمد رضا بریلوی کی عظیم شخصیت سے قوم کو روشناس کرایا گیا۔ زیرِ نظر کتاب بھی دراصل ان دو مقالات پر مشتمل ہے جو عزیزی حافظ عمر فاروق سعیدی نے اپنے طالب علمی کے دور میں اس طرح کے انعامی مقابلوں کے لیے لکھے اور بحمدہ تعالیٰ دونوں مرتبہ اول پوزیشن حاصل کی۔

پہلا مضمون ۱۹۸۴ء میں بزمِ سعید، مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے تحت "اعلیٰ حضرت اور علوم دینیہ" کے عنوان سے منعقد ہونے والے تحریری مقابلہ میں پیش کیا اور دوسرا مضمون "اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری" کے عنوان سے

انجمن خدامِ رضا لاہور کے زیرِ اہتمام، انعامی مقابلہ کے لیے ۱۹۸۶ء میں لکھا۔

حافظ عمر فاروق سعیدی کے ان دونوں مضامین میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی علوم دینیہ سے وابستگی، مہارت اور خدمات، نیز فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

مضمون نگار نے جس محنت اور عرق ریزی سے کتبِ حوالہ جات کی چھان بین کے بعد تحقیقی مضامین قلمبند کیے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو اللہ کریم نے بے پناہ تحقیقی صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا ہے اور مزید محنت سے وہ مستقبل قریب میں اہل سنت وجماعت کے قابلِ فخر قلمکاروں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

ان مضامین کو پڑھتے ہوئے یہ بات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ ایک طالب علم کے قلمی شاہکار ہیں اور یقیناً یہ ابتدائی کوشش ہے۔ جب ابتدا کا یہ عالم ہے تو انتہا کس درجہ عمدہ ہو گی؟ ——— اہل سنت وجماعت کے لیے یہ بات نہایت ہی حوصلہ افزا ہے کہ مدارس اہل سنت کے طلباء بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے کر تدریس وتقریر کے علاوہ فنِ تحریر میں بھی ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عزیزی حافظ عمر فاروق سعیدی اور دیگر نوجوان علماء اور طلباء اہل سنت کو دین متین کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رضا اکیڈمی لاہور جس انداز میں اسلام کی عبقری شخصیت امام احمد رضا بریلوی کا جامع تعارف پیش کر رہی ہے، وہ تمام اہل سنت کے لیے قابلِ رشک اور باعثِ افتخار ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

محمد صدیق ہزاروی
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

انتساب

اپنے مرکزِ تعلیم و تربیت، پاسبانِ مسلکِ رضویت

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کے نام

اور

اپنے جدِ امجد استاذ العلماء حضرت مولانا

محمد عبد اللہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی اِن مبارک دعاؤں اور تمناؤں کے نام؛

جن کے طفیل میں اس قابل ہوا!

؎ خدا کی قسم محبت نہیں عقیدت ہے
دیارِ دل میں بڑا احترام ہے تیرا

خادم الطلبہ حافظ عمر فاروق سعیدی

دار العلوم اسلامیہ حنفیہ، عثمان آباد (چھترھ) مانسہرہ

سوانح حیات

مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۶۴ء کو بھارت کے مشہور شہر بریلی شریف کے ممتاز علمی اور روحانی خانوادے میں مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں کے ہاں پیدا ہوتے۔

آپ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ اپنے دور کے جلیل القدر اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کو تقریباً ۵۵ علوم و فنون پر دسترس حاصل تھی، جن میں علمِ قرآن، علمِ حدیث، اصولِ حدیث، فقہ حنفی، کتبِ فقہ دیگر مذاہب اصولِ فقہ، علم تفسیر، علم العقائد والکلام، علمِ نحو، علمِ صرف، علمِ معانی، —— علم بیان، علمِ بدیع، علم منطق، علم مناظرہ، علمِ فلسفہ، علمِ تکسیر، علم ہیئات، علم حساب، علم ہندسہ، قرات، تصوف، سیر، اسماء الرجال، تاریخ لغت، ادب وغیرہ شامل ہیں، جن کی تفصیل اس سند میں موجود ہے، جو آپ نے شیخ اسماعیل مکی کو عنایت فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال درجے کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ آپ قرآن پاک کا ایک پارہ روزانہ حفظ کرتے اور رات کو تراویح میں سُنا دیتے۔ اس طرح ایک ماہ میں آپ مکمل حافظِ قرآن ہوگئے۔

فقہ میں تو آپ مرجعِ خلائق تھے۔ آپ کے دار الافتاء میں ہندوستان، پاکستان، برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ، حجازِ مقدس اور دیگر اسلامی ممالک سے

بکثرت سوالات آتے، جن کی تعداد ایک وقت میں کبھی چار سو کبھی پانچ سو تک پہنچتی تھی، اُن کے جوابات پوری تحقیق کے ساتھ بغیر کوئی معاوضہ لیے محض رضائے الٰہی اور خوشنودئ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لکھتے۔

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ص۱)

آپ کا فتاویٰ رضویہ آپ کے کمالاتِ علمیہ کا جیتا جاگتا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔
ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشنِ تعلیم کی نمائش میں شیخ عبدالفتاح ابو غدہ پروفیسر مکتبۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض کی نظر جب آپ کی تصانیف پر پڑی، تو انہوں نے فرمایا: مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا مجموعۂ فتاویٰ کہاں ہے؟ جو اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی نے پروفیسر موصوف سے فتاویٰ رضویہ سے متعارف ہونے کے بابت پوچھا، تو انہوں نے جواباً کہا: "میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ اُن کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی۔ میں نے جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوالِ سلف سے دلائل کا انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا بڑا فقیہ ہے۔" (امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں ص۱۹۲)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو علماءِ عرب مجدد کہا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ کتب الحرمین سید اسماعیل خلیل مکی لکھتے ہیں:

"اگر اُن کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات سچی اور صحیح ہوگی۔" (حسام الحرمین ص۵۱)

امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاست کے میدان میں بھی بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے سیاسی نظریات کو سمجھنے کے لیے آپ کی تصانیف

انفس الفکر فی قربان البقر۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام۔ تدبیر فلاح و نجات۔ المحجۃ المؤتمنہ وغیرہ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

آپ کو اللہ کریم نے شعر و ادب میں بھی کمال عطا فرمایا تھا۔ شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، بے شک میں نے علم اور فصاحت میں اُن جیسا نہیں دیکھا۔"

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ خود فرماتے ہیں ؎

یہی کہتی ہے بُلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضاؔ کی قسم

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ علوم دینیہ، عقلیہ و نقلیہ شاعری اور ادب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ بہت سارے جدید و قدیم علوم میں ان کو کمال حاصل تھا اور آپ چودھویں صدی کے ممتاز علماء میں سے تھے۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کو رُوحانی منازل طے کرنے کے لیے حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں سوچتا تھا کہ قیامت کے دن اللہ کریم کو کیا جواب دوں گا۔ جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ مگر آج میں اس فکر سے آزاد ہوگیا ہوں۔ میں عرض کردوں گا کہ احمد رضا لایا ہوں۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو جمعۃ المبارک کے دن زندگی کی ۶۵ بہاریں گزار کر علم و دانش اور شعر و ادب کے [illegible]ن کا یہ ماہِ کامل غروب ہوگیا۔ آپ نے نصف صدی سے زیادہ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کی اور ایک ہزار سے زیادہ چھوٹی بڑی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جو آپ کی مجددانہ صلاحیت اور مدبرانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اعلیٰحضرت اور علومِ دینیہ

ریاضِ ہستی میں گلہائے رنگارنگ کھِلے اور اپنی خوشبو سے کائناتِ عالم کو معطر کرتے رہے اور علم وفضل کے میدان میں ایسے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ ہمیشہ ہمیشہ علمی دُنیا میں ان کی چمک دمک باقی رہے گی اور لوگ اپنے قلوب و اذہان کو ان سے منور کرتے رہیں گے۔

علومِ دینیہ پر بے شمار افراد نے کام کیا، مگر اکثر گوشۂ گمنامی میں رہے کیونکہ ان بزرگانِ دین کا مقصد اپنی شہرت نہیں تھی، بلکہ صرف اور صرف رضائے الٰہی اور اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مطمعِ نظر تھا۔ کچھ تو ان بزرگانِ دین کے معتقدین و متوسلین کی عدمِ توجہ کے سبب ان گوہر ہائے نایاب کو تاریخ کے صفحات نے جگہ نہیں دی اور آنے والی نسلیں ان کے کارناموں سے متعارف نہ ہو سکیں، اور نااہل افراد کو تاریخ کے صفحات کی زینت بننے کا موقع بڑی آسانی سے مل گیا۔

ان اکابرین کو ان کے عقیدت مندوں نے بہترین مفسر، محدثِ اعظم، عظیم فقیہ، عظیم المرتبت اصولی، ادیب، بے مثال اور اعلیٰ درجے کے نحوی کی حیثیت سے پیش کرنے کی بجائے صرف میلاد خواں کا ٹائیٹل دیا اور اس چیز کو عوام کے سامنے پیش کرنے میں فخر محسوس کرتے رہے، حالانکہ یہ لوگ آسمانِ علم وفضل کے آفتاب تھے۔ اگر اُن کی علمی ضیاء پاشیوں کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے ان کے علمی کاموں پر تحقیق کی جاتی۔ ان کی نوکِ قلم سے نکلی ہوئی قیمتی روشنائی کا تحفظ کیا جاتا۔ ان کی زندگی کے اُن گوشوں کو جو انہوں نے علمی ذخیرہ جمع کرنے میں صرف کیے، قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور انہیں سمجھا جاتا تو آج حالات کچھ دگرگوں ہوتے اور بدعقیدگی کبھی اتنے عروج پر نظر نہ آتی۔ کاش کہ ان امور پر ہم نے کبھی توجہ تو دی ہوتی۔ ان ہی اعاظمِ رجال

میں پیکرِ حُسن واخلاق، منبعِ فضل وکمال، مصدرِ جُود ونوال، اقلیمِ فصاحت وبلاغت کے سُرور، مرکزِ عشق ومحبت، علم وعمل کے اُفق پر وہ تابندہ چاند، جسے دُنیا اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے، ایک ہیں۔ جن کو عام لوگوں نے محض ایک مقرر، شاعر، شرک وبدعت کا فتویٰ نویس ظاہر کیا اور اُن کے اصلی کام جو اُن کی زندگی کا مقصد تھا، اسے نہ خود سمجھ سکے اور نہ عوام کو آپ کے مقام سے روشناس کرا سکے۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ ایک متبحر عالمِ دین، اعلیٰ درجے کے مفتی، کمال کے اصولی تھے، مگر اس چیز سے اکثریت نابلد ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے دینی علوم پر کیا کام کیا اور ان علوم کو اپنی نورانی بصیرت سے کس طرح واضح کیا۔ اب اللہ کریم کے فضل واحسان سے خوابِ گراں کی لذتوں سے نکل کر ہم اس طرف مائل ہو گئے ہیں کہ فاضل بریلوی قدس سرہ کے علمی کارناموں کو سامنے لایا جائے۔ بزمِ سعید، ملتان کے تحت یہ مقابلہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

علومِ دینیہ میں تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا اصولِ فقہ، منطق ہو یا ادبِ عربی تمام علوم پر اعلیٰحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کام کیا ہے۔

اس اعتبار سے یہ ایک وسیع مضمون ہے، جس کے تحت کئی ذیلی مضامین آتے ہیں۔ اگر ہر مضمون پر لکھا جائے تو اس کے لیے دفتروں کے دفتر درکار ہیں۔ آپ نے جن علوم پر کام کیا ہے، ان سب کا احاطہ کرنا اس مختصر مقالے میں مشکل ہے۔ اپنی علمی بساط کے مطابق چند علوم پر کچھ باتیں سپردِ قلم کی ہیں جن میں ترجمۂ قرآن، تفسیر، حدیثِ نبوی اور فقہ حنفی پر اعلیٰحضرت بریلوی کی کتب، حواشی اور جس انداز سے آپ نے ان علوم کو دُنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا اور دادِ تحسین حاصل کی۔ چند مثالوں کے ساتھ ایک جھلک ملاحظہ ہو:

ترجمۃ القرآن اعلیٰ حضرت کے قلم سے

قرآنِ حکیم ایک ایسی آسمانی کتاب ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے رہنمائی موجود ہے اور تمام عقائد و اعمال کا منبع و مرکز یہی کلام ربانی ہے۔

ارشادِ خداوندی کے مطابق یہ کتاب نازل ہوئی، اُسی طرح اب محفوظ ہے، کیونکہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

یہ کتابِ مقدس جس عظیم پیغمبر پر اتاری گئی، ان کی نبوت چونکہ کسی زمانے اور مکان کی قید سے مقید نہیں، بلکہ تمام عالموں کے لیے آپ کی نبوت ہے۔ لہٰذا جو کتاب آپ کی طرف آئی، وہ بھی انسانیت کے تمام افراد کے لیے نمونۂ کمال ہے اور ہر شخص کو اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن پاک کی زبان عربی ہے اور سب لوگ عربی سے واقف نہیں، اس لیے مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کیے گئے تاکہ ہر زبان کے لوگ اس چشمۂ فیض سے مستفیض ہو سکیں۔ چنانچہ ہندوستان میں سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ پھر مختلف لوگوں نے مثلاً شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور ڈپٹی نذیر احمد نے (اردو میں) تراجم کیے۔ یہ مترجمین صحیح طور پہ قرآن مجید کی رُوح کو پیش نہ کر سکے۔ اپنے اپنے عقائد کے مطابق ترجمہ میں تصرف بھی کر دیا۔ اب کسی ایسے ترجمے کی ضرورت تھی، جو مطالبِ قرآن کو صحیح اور سلیس انداز میں پیش کر سکے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو پورا کرنے کے لیے جس عظیم شخصیت کو منتخب فرمایا، وہ آپ کی نگاہِ انتخاب کا ہی کمال ہے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا اور اس عظیم کام کا سہرا آپ ہی کے سر باندھا گیا۔

ترجمۂ قرآن

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اُردو زبان میں ایسا لاجواب ترجمہ فرما کر برصغیر کے مسلمانوں پر عظیم احسان کیا، جس کو اہلِ علم قیامت تک خراجِ عقیدت پیش کرتے رہیں گے، اور آپ کے لیے ابدالآباد تک یہ دُعا کرتے رہیں گے ؏

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

بطورِ مثال اُن چند مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں عاشقِ رسولِ مقبول حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں دوسرے تراجم سے امتیاز پایا جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ مناسبِ حال ہے، ملاحظہ ہو:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْہَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ (الآیۃ)

کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین نے لِنَعْلَمَ کا لُغوی معنیٰ (معلوم کریں) لیا ہے اور ہم کو معلوم ہو جائے — اپنی جگہ پہ یہ بات درست سہی کہ یہاں عبارت کا لغوی معنیٰ یہی بنتا ہے، مگر اس سے یہ تاثر ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، کو معلوم نہ ہوا اور پھر وہ ابتلاو آزمائش کے ذریعے سے معلوم کرے لیکن اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کر کے، ترجمے کا حق ادا کر دیا اور بتا دیا کہ صرف لفظی ترجمہ ہی کافی نہیں، بلکہ مقام و منصب کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: "آپ پہلے جس قبلہ پر تھے، ہم نے وہ اسی لیے مقرر فرمایا تھا کہ دیکھیں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھرتا ہے"۔ دوسری جگہ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ (الآیہ) کے ترجمہ میں

اللہ عزّ وجلّ کے لیے مترجمین نے مکر اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال کیا۔
(تَعَالَی اللہُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا)

پروردگارِ عالم کے لیے ایسے نازیبا الفاظ کا استعمال انتہائی بے ادبی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو دیکھئے کہ آپ نے بارگاہِ ربّ العزت کے ادب کو ملحوظ رکھ کر کیسا ترجمہ کیا۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: "اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے اچھی تدبیر کرنے والا ہے۔"

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (الآیہ) کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین نے کہا "اور پایا تجھ کو بھٹکتا ہوا، پھر راہ سجھائی"۔ اس ترجمہ کی روشنی میں تو پتہ چلتا ہے کہ جنابِ رسولِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکے ہوئے تھے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراطِ مستقیم کے رہنما ہیں۔ اب یہاں پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت نے جو کام کیا اور شانِ رسالت کے مطابق ترجمہ کرکے مفہوم کو جس حسین پیرائے میں بیان کیا، ذرا اُسے بھی دیکھ لیں۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: "اور تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ پایا، تو اپنی طرف راہ دی"

ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (الآیہ) کا ترجمہ کرتے ہوئے مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ "یہ کتاب ایسی ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں"۔ حالانکہ بعض لوگوں نے شبہ کیا ہے۔

اس سوال کا جواب دینے کے لیے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے "مختصر معانی" اور "مطوّل" میں طویل عبارتیں ذکر کی ہیں، لیکن امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ ہی اس انداز میں کیا ہے کہ اس کے چند الفاظ سے ہی اعتراض رفع ہوجاتا ہے۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: "وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن کریم) کوئی شک کی جگہ نہیں۔"

سُورۃ فتح کی پہلی آیہ کریمہ کے ترجمہ میں دوسرے حضرات کی ترجمانی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی، بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ماضی میں بھی گنہ گار تھے اور مستقبل میں بھی گناہ کریں گے، مگر فتحِ مبین کے صدقے میں اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہوگئے اور آئندہ بھی گناہِ رسول معاف ہوتے رہیں گے، لیکن ایک عاشقِ رسول امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ ملّت کا قلم جب اس آیہ کریمہ کا ترجمہ کرنے کے لیے حرکت میں آتا ہے تو شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور بلا اختیار کہنا پڑتا ہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ کی زبان کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی ہے ـــ آپ کا دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہے۔ آپ کا ذہن ہر وقت دربارِ رسالت کی طرف لگا ہوا ہے اور آپ کا قلمِ مبارک جب بھی چلتا ہے تو ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کا حق ادا کرتا ہے۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت ملاحظہ ہو:

"بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"۔

تفسیرِ قرآن پر اعلیٰ حضرت کا کام

قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی، مگر متعدد تفاسیر پر حواشی لکھے ہیں۔ اعلیٰ حضرت جب کسی آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہیں، تو یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے اس سے پہلے صحیح انداز میں اس کا مفہوم کوئی سمجھ ہی نہ سکا۔ اس میدان میں امام حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمہ جیسے مفسّرِ قرآن پر بھی جب امام اہلِ سنّت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ گرفت کرتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ جو بات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ذہن میں ہے، امام حسین بن مسعود بغوی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے۔

اختصار کے پیشِ نظر صرف چند آیاتِ کریمہ کی تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں امام احمد رضا بریلوی نے امام حسین بن مسعود بغوی کی تفسیر "معالم التنزیل" پر بحث کی ہے۔

فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (الآیہ) کی تفسیر میں امام بغوی نے دو قول نقل کئے ہیں، جن میں ایک قول کی نسبت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی گئی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے ذکر کو بھلا دیا، حتیٰ کہ آپ اس کے غیر سے خوشی کے طالب ہوتے اور یہی اکثر کا قول ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اس قول کو ارشادِ خداوندی سے متصادم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صلحاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ "اے شیطان! میرے خاص بندوں پر تو مسلط نہیں ہو سکتا"۔ تو اگر انبیاء کرام علیہم السلام پر شیطان کا تسلط تسلیم کیا جائے کہ انہیں اُس نے اپنے مالک اور رب کے ذکر سے غافل کر دیا، تو پھر عام نیکوکار کس زمرے میں جائیں گے۔ اس تاویل کے مطابق اکثر (جن کا قول نقل کیا گیا ہے) کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام پر شیطان کا تسلط آسان ہوا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

دوسری جگہ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْـٴَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (الآیہ) کی تفسیر کرتے ہوئے امام بغوی نے چند اقوال ذکر کیے ہیں۔ ایک حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا نہیں کیا گیا، اس لیے ان کے دل کمزور ہو گئے اور وہ مایوس ہو گئے اور یہ تقاضائے بشریت ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ روایت غلط ہے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر جھوٹ باندھا گیا ہے کیونکہ انبیاء کرام کی وعدۂ خداوندی

سے مایوسی اور کمزوری محال ہے اور ان سے اُن کے رب نے جو وعدہ کیا وہ سچا ہے، لہٰذا یہ بات محال اور کھلی گمراہی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے حیلہ کیا کہ غلہ ناپنے والا پیمانہ اُن کے غلہ میں رکھ دیا، پھر آواز دی: قافلہ والو! رُک جاؤ! تم نے چوری کی ہے۔ قرآن مجید اس کو اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ یہ قول صحیح نہیں تھا، کیونکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان الفاظ کا قائل کون تھا؟

امام بغوی فرماتے ہیں: بعض کے نزدیک یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے آپ کے حکم کے بغیر کہی اور بعض کا قول ہے کہ خود یوسف علیہ السلام نے حکم دیا اور یہ آپ کی لغزش تھی۔

امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قول کا قائل جھوٹا ہے، کیونکہ اُس نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی ہے پھر امام بغوی کے بارے میں تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے بلا تردید قول نقل کیا۔ حالانکہ اس قسم کا قول محض رد کے لیے نقل کرنا چاہیے۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایسی جرأت تعجب خیز ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں جو کام کیا ہے، اُس کی ایک جھلک ان چند مثالوں کے ذریعے پیش کی گئی ہے، ورنہ متعدد حواشی اور رسائل ہیں جو تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم معجز رقم سے نکلے ہیں ــــ کچھ تو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں اور کچھ منتظرِ اشاعت ہیں ــــ مثلاً:

۱۔ الزلال الانقیٰ من بحرِ سبقۃ الاتقیٰ

۲- نائل الراح فی فرق الریح والریاح
۳- الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام
۴- النفحۃ الفائحۃ فی مشک سورۃ الفاتحۃ
۵- حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف
۶- حاشیہ عنایت القاضی
۷- حاشیہ معالم التنزیل
۸- حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن
۹- حاشیہ الدر المنثور
۱۰- حاشیہ تفسیر خازن

فنِ حدیث اور اعلیٰ حضرت

علمِ حدیث میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فریدِ روزگار تھے — آپ امیر المومنین فی فن الحدیث کے مصداق ہیں۔ علمِ حدیث ایک ایسا فن ہے کہ کتاب الٰہی کے بعد تجدید احیائے دین کے لیے حدیث و سنّتِ مطہرہ پر تمام و کمال عبور از بس ضروری ہے، ورنہ کارِ دعوت مشکل و دشوار ہو جاتا ہے۔

عاشقِ رسول فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے عالم دین ہیں، جنہوں نے اپنے علم و عمل اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعے اسلام کی وہ خدمت کی ہے جس کی مثال ماضی قریب میں ڈھونڈے سے بمشکل ملے۔ سنّت و بدعت میں امتیاز کرنا، سنّت پر عمل پیرا ہونا اور دوسروں کو عمل کی تلقین کرنا اور بدعات کا خاتمہ کرنا، آپ ہی کا حصّہ ہے۔

حضرت مولانا سراج الفقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احمد پور کے ایک

مشہور فقیہ مولوی نظام الدّین سے میری گفتگو ہوئی۔ یہ مولانا تفقہ میں اپنے ہمعصر علماء میں سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہمسر تصوّر نہیں کرتے تھے۔ عقیدہ کے طور پر غیر مقلد تھے — "فتاوٰی رشیدیہ" کے اس فتوٰی پر گفتگو ہوئی کہ حدیثِ صحیح کے مقابل قولِ فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے رسالہ "الفضل الموہبی فی معنٰی اذا صح الحدیث فھو مذہبی" کے ابتدائی اوراق منازلِ حدیث کے انہیں سُنائے، تو کہنے لگے کہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے، افسوس کہ میں ان کے زمانہ میں رہ کر اُن سے بے خبر و بے فیض رہا۔

اعلیٰ حضرت قدّس سرہ نے کتبِ احادیث پر متعدد حواشی لکھے ہیں، جن میں اکثریت غیر مطبوعات کی ہے۔ وہ حواشی درج ذیل ہیں۔ ان کی طویل فہرست خود بتاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فنِ حدیث پر کتنا کام کیا ہے۔

حاشیہ صحیح بخاری شریف عربی
حاشیہ صحیح مسلم شریف عربی
حاشیہ صحیح ترمذی شریف عربی
حاشیہ صحیح نسائی شریف عربی
حاشیہ ابنِ ماجہ شریف — عربی
حاشیہ مُسندِ امامِ اعظم — عربی
حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر عربی
حاشیہ تقریب — عربی
حاشیہ تقریب — عربی
حاشیہ کتاب الآثار — عربی
حاشیہ مُسند امام احمد بن حنبل عربی
حاشیہ سُنن دارمی شریف عربی
حاشیہ خصائص کبرٰی — عربی
حاشیہ کنز العمال — عربی
حاشیہ ترغیب و ترہیب — عربی
حاشیہ کتاب الاسماء والصفات عربی
حاشیہ القول البدیع — عربی
حاشیہ نیل الاوطار — عربی

حاشیہ المقاصد الحسنہ — عربی	حاشیہ اللآلی المصنوعہ — عربی
حاشیہ موضوعات کبیر — عربی	حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ عربی
حاشیہ تذکرۃ الحفاظ — عربی	حاشیہ عمدۃ القاری — عربی
حاشیہ فتح الباری — عربی	حاشیہ ارشاد الساری — عربی
حاشیہ نصب الرایہ — عربی	حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل — عربی

ارشاد الساری پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حاشیہ سے صرف تین مقام بطور تمثیل پیش کیے جاتے ہیں، ملاحظہ ہوں،

۱۔ قال فی الکفایۃ   قولہ،

قد قامت الصلوٰۃ فیقول اقامہا اللّٰہ وادامہا۔ شارح بخاری نے یہ بات (حدیث) شارح ہونے کی حیثیت سے بحوالہ ذکر نہیں کی تھی۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فرمایا؛ یہ بات جو شارح نے ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قد قامتِ الصلوٰۃ کے سماع پر اَقَامَہَا اللّٰہُ وَ اَدَامَہا کہنا چاہیے۔ لیکن حوالہ نہیں دیا، جس سے یہ بات یقین کے درجہ کو نہیں پہنچتی میں کہتا ہوں (اعلیٰ حضرت) یہ حدیث ابوداؤد شریف میں بھی موجود ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحاح پر آپ کو دسترس کس قدر حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف حوالہ پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ سند اور روایات نیز اصولِ حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا؛ حدیث مرفوع رواہ ابوداؤد۔

۲۔ اسی طرح صاحبِ ارشاد الساری نے فرمایا کہ جماعت کی فضیلت والی احادیثِ مبارکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ مختص ہیں، کما قال ان الفضل الوارد فی احادیث الباب مقصود علیٰ من جمع فی المسجد۔

لیکن امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ذکاوت اور احادیثِ مبارکہ میں

عمقِ نظری کا اندازہ لگائیں کہ احادیثِ مبارکہ کا محمل کیسے بیان فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا؛ اقول فیہ اَنَّ جَماعَۃَ المَسْجِدِ اَفْضَلُ۔ جہاں تک ستائیس گنا کا تعلق ہے، وہ جماعت کے ساتھ مختص ہے، چاہے گھر میں ہو یا ویران جگہ میں۔ سبحان اللّٰہ! عاشقِ رسول نے کیسی پتے کی بات کی ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ عنہا سے خوشبو لگانے کے بارے میں جو حدیث مروی ہے۔ شارح نے فرمایا؛ ھٰذا الحدیث اخرجہ النسائیُ فی اللباس۔ کہ یہ حدیث امام نسائی نے باب اللباس میں وارد کی ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی غایتِ نظری کو ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔ شارح کی یہ تحقیق درست نہیں۔ یہ روایت بالمعنیٰ ہے اور امام نسائی نے اس حدیث کو باب حج میں ذکر کیا ہے، بلکہ مزید فرمایا؛ یہ مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔

اندازہ کیجیے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو حدیثِ پاک اور خصوصًا صحاح ستہ پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ اسی طرح بے شمار کتبِ احادیث پر آپ کو سندًا و متنًا عبور حاصل تھا۔ اس مقالہ کو طوالت سے بچانے کے لیے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت اور فقہ

اسلام تمام علوم کی آبیاری کرتا ہے، لیکن جن علوم کا تعلق انسان کے اعمال سے ہے۔ ان کی ترقی میں اسلام ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ انسانی زندگی کے سزا و جزا یعنی زندگی کے نو پید مسائل، اسلامی زندگی کے لیے راہوں کا تعین وغیرہ تمام مسائل کا حل اسلامی علوم میں فقہ پیش کرتی ہے۔

فقہ میں قاضی، مفتی اور فقیہہ کا جو مقام و درجہ ہے۔ بعینہٖ آج کے دور میں جسٹس اور چیف جسٹس کا ہوتا ہے۔ صرف الفاظ کا تفاوت ہے۔ ورنہ معنوی طور پر

کوئی فرق نہیں، مگر جسٹس اور چیف جسٹس کا لفظ سنتے ہی ہمارے ذہنوں میں ایک پُروقار تصور اُبھرتا ہے جو قاضی، مفتی اور فقیہہ کے الفاظ سے نہیں آتا۔ یہ انگریزوں کی کرم نوازی ہے کہ انہوں نے ان ناموں کو جو اسلام نے ہمیں دیئے تھے، ہمارے درمیان سے ختم کیا اور ان کی عظمت سے ہمیں ناواقف کرنے کی کوشش میں بھی وہ کامیاب ہوگئے۔

ایک فقیہہ کے لیے متعدد علوم پر مہارتِ کاملہ، اصابتِ رائے، فکر کی آزادی، وسیع النظری، فکری گہرائی، اختصار، استدلال، جدید و قدیم مسائل کا ادراک اور بلند اخلاق ہونا نہایت ضروری ہے۔ ان تمام شرائط کی روشنی میں جب ہم مرکزِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہیں، تو وہ ایسے بلند پایہ فقیہہ اور مفتی نظر آتے ہیں، جن کو علوم و فنون کی کمال درجہ کی مہارت، تفکر، تدبر، اصابتِ رائے اور بلندئ اخلاق ایسی صفات آپ میں پوری آب و تاب سے جھلک رہی ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مقام کو اپنے تو اپنے اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہر مسئلہ میں آپ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے نظر آتے ہیں۔

وہ عظیم فقہاء جنہوں نے فقہ پر کام کیا اور پوری دُنیا نے ان کو بحیثیتِ مجتہد جانا اور مانا (امام اعظم ابوحنیفہ۔ امام ابو یوسف، امام محمد امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں ان کے پرتو کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے۔ اسی چیز کو دیکھ کر ترجمانِ حقیقت حضرت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ "مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت میں ذرا تختی نہ ہوتی، تو آپ اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہوتے۔"

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے ہر مسئلہ کا حل اپنی فقیہانہ بصیرت سے

پیش کیا مشکل سے مشکل مسائل کو آپ نے آسان ترین انداز میں واضح فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن عبارات پر فتویٰ کفر دیا۔ مخالفین نے بھی اسے تسلیم کیا کہ اگر یہ فتویٰ نہ دیتے، تو ایک ایسی مثال بن جاتی، جو سلف صالحین سے صراحتاً مخالف تھی۔ اعلیٰ حضرت کا بارہ جلدوں میں "فتاویٰ رضویہ" علمی تحقیقات کا گنجینہ ہے اور فقہ اسلامی پر آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو آپ کے مجتہدانہ کمال کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس کی ہر جلد ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کی فقیہانہ بصیرت کے پیشِ نظر آپ کے شاگردوں میں ایسے ایسے باکمال لوگ پیدا ہوئے، جنہوں نے بہارِ شریعت جیسی مستند کتابیں لکھیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی تحقیقات کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں، جن سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ آپ نے میدان فقہ میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ وضو میں پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، اس مسئلہ میں چار قول ہیں: ایک[1] قول امام طحطاوی کا ہے کہ بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

دوسرا[2] قول، صاحبِ بحر الرائق کا ہے، وہ بلا سبب پانی صرف کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔

تیسرا[3] قول، صاحبِ فتح القدیر کا ہے، وہ خلافِ اَولیٰ قرار دیتے ہیں۔

چوتھا قول، محقق علائی کا ہے، انہوں نے اسے درمختار میں مکروہِ تحریمی قرار دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق و تجسس کی انتہا کو پہنچ کر ان چاروں کے جُدا جُدا محمل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وضو میں سنت سمجھ کر بلا ضرورت پانی استعمال کرنا حرام ہے۔ سنت کا اعتقاد نہ ہو اور بلا ضرورت اس طرح خرچ ہو کہ پانی ضائع ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ سنت کا عقیدہ بھی نہ ہو

اور ضائع کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ نہ اعتقادِ سنت ہو، نہ اضاعت ہو نہ بلاضرورت خرچ کرنے کی عادت بلکہ نادرًا بلاضرورت پانی خرچ کرے، یہ خلافِ اولیٰ ہے" اس کے بعد مزید فرمایا اگر ان چاروں وجوہ کے علاوہ کسی غرضِ صحیح سے وضو میں تین تین مرتبہ سے زیادہ پانی خرچ کیا" تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے، اس کی چار صورتیں ہیں :

۱۔ بدن سے گندگی کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

۲۔ شدتِ گرمی سے بچنے کے لیے ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے تثلیث میں زیادتی کی جائے۔

۳۔ دو یا تین بار میں شک پڑ جائے، تو ازالۂ شک کی خاطر مقدار اقل کی بنا پر ایک بار اور دھولے۔

۴۔ وضوءٌ نورٌ علیٰ نور کے مقصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۱۶۶ تا ص ۲۰۱)

ایک دفعہ مولوی اشرف علی تھانوی سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ اذان میں نام اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے، تو کیا اقامت میں بھی نامِ اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا، اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے جواب کو تیس۳۰ سے زیادہ وجوہ سے رد کیا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۴۸۳)

ہندوؤں نے گائے کی قربانی کو حرام قرار دیا، تو اس سلسلہ میں علماء سے فتویٰ مانگا گیا کہ عید قربان کے موقع پر گائے کی قربانی فساد کا سبب ہے اور امن میں خلل واقع ہوتا ہے۔ نام نہاد مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ حکومتِ وقت کو اختیار ہے کہ ہر اس چیز کو

ختم کر دے، جس سے فساد برپا ہوتا ہو۔ جب یہی فتنہ دوبارہ اُٹھا، تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "انفس الفکر فی قربان البقر" کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کرایا، جس سے مخالفین کو بھی گردنیں جھکانا پڑیں۔

آخر میں حضرت سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تبحرِ علمی پر روشن مثال ہے، یہاں درج کر کے اس بحث کو اختتام تک پہنچایا جاتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ زمانۂ طالب علمی میں یہ بات ہمارے ذہنوں میں بٹھا دی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہیں اور اُن کی تصنیفات کو تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں۔ لوگوں سے ان کی تبحرِ علمی کی باتیں سُن رکھی تھیں، جن کو عام حلقے میں مُریدین و معتقدین کے غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ حُسنِ اتفاق سے رسالہ "میراث" کی تالیف کے وقت ایک مسئلہ میں اُلجھن پیدا ہو گئی۔ علماء دہلی۔ دیوبند اور سہارنپور کو لکھا، مگر شافی جواب نہ ملا ——— ناچار مولوی احمد رضا خاں بریلوی کو بھی لکھا۔ انہوں نے بڑا مدلل اور مشرح جواب عنایت فرمایا، جس سے پوری تشفی ہو گئی اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے متعلق میرا اندازِ فکر یکسر بدل گیا اور اُن کے متعلق ذہن میں جاتے ہوئے تمام تار و پود بکھر گئے۔ اُن کے رسائل اور دیگر تصنیفات منگوا کر پڑھیں، تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے ذہن سے تمام غلط خیالات کے حجابات اُٹھ گئے ہیں۔

○

امام احمد رضا کی شاعری

مُلکِ سخن کی شاہی، تم کو رضا مُسلّم
جس سمت آگئے ہو سِکّے بٹھا دیتے ہیں

چمنِ حیات میں بے شمار جذبات انگڑائیاں لیتے اور زمانے کے احوال کے مطابق مختلف سانچوں میں ڈھلتے ہیں۔ خلعتِ شعر پہننے کے بعد اُن کے حُسن میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ شعراء اپنے جذبات کو اپنے اپنے انداز میں شاعری کے قالب میں اتارتے رہے، لیکن کچھ خوش بخت انسان ایسے بھی ہیں، جن کی صلاحیتیں محبوبانِ مجازی کی تعریف میں رطب اللسان ہو کر ضائع نہیں ہوتیں، بلکہ انھوں نے اپنے زورِ بیان اور اپنے علمی و ادبی کمالات کا مرکز و محور محبوبِ کبریا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔ جب بھی اُن کی زبان اور نوکِ قلم سے اُن کی فکری کاوشوں کا اظہار ہوا، تو وہ ہمیشہ دولت سرائے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جبہ سائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی صنفِ شاعری کو ادب میں نعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نعت کی تعریف

نعت لُغت میں مطلقاً تعریف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ حسنہ اور حُسن و جمال کے بیان کو نعت کہا جاتا ہے۔

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزّ وجل نے خود بیان فرمایا، قرآن مجید کُل کا کُل نعت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بطورِ تمثیل قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ ملاحظہ ہو، جس میں ربِ کائنات نے اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً سات

نعتیں بیان فرمائی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ہ

اس آیت میں رسول، نبی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، ماذون من اللہ اور سراجِ منیر۔ یہ سات نعتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ تو تھی قرآن کریم کی ایک آیت میں نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال۔ اب آیئے ذخیرۂ احادیث کی طرف۔

امام ترمذی نے روایت بیان کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب (شمائل ترمذی ص ۵۸۶)

شاعری میں صنفِ نعت کا آغاز

شاعری میں نعت کا آغاز آج سے چودہ سو سال قبل اُس وقت ہوا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمِ محترم حضرت ابوطالب نے اپنے عالی مرتبت بھتیجے کی شانِ اقدس میں محبت سے سرشار نعتیہ اشعار کہے۔ آپ کا ایک شعر یہ ہے

فشق له من اسمه ليجله　　　فذو العرش محمود وهذا محمد

پھر حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دامنِ محبت نے نعت کی برکتوں کو سمیٹا۔ آپ دربارِ رسالت کے ثناء خوان تھے۔ آپ سے حصولِ دُعا کی سعادت بھی حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں آئی کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ ارشاد فرماتی ہیں:

نبی مکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر بٹھاتے اور وہ حضور کی نعت بیان کرتے۔ حضور حسّان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے اے اللہ! رُوح القدس (جبرائیل امین) کے ذریعے اس کی مدد فرما (شمائل ترمذی ص ۵۸۶)

ایک اور روایت میں ہے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے بچھاتے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پیکرِ حُسن و جمال کے کمالات کو بڑی لطافت سے بیان فرماتے۔ ملاحظہ ہو:

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

اسی سے ملتی جُلتی نعت حضرت جبریلِ امین نے بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کہی۔ جس کا کسی فارسی شاعر نے یوں ترجمہ کیا ؎

آفاق ہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

عربی زبان میں نعت کا ایک بہت بڑا خزانہ ملتا ہے۔ صحابہ کرام اور بعد میں صلحاء امت نے اپنی طاقت اور بساط کے مطابق بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

سرکارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو قدم بوسی اور مسکنِ رسول ہونے کا اعزاز عطا فرمانے تشریف لائے، تو انصار کی بچیوں نے آپ کے استقبال میں پُرجوش انداز سے یہ اشعار پیش کیے ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعٍ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف بیان کرنے والے حضرات میں حضرت کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔ آپ کا مشہور زمانہ قصیدہ (بانت سعاد) حدِ شہرت کا حامل ہے۔

فارسی میں نعت

دورِ فاروقی میں جب ایران کے آتش کدے بجھ گئے اور علمِ اسلام سرزمینِ

ایران پر لہرانے لگا، تو فارسی زبان نے نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حصّہ وافر حاصل کیا۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے، تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ زمین گلستانِ نعت بن گئی۔ اس زرخیز خطّہ نے بڑے بڑے نعت گو شعراء کو جنم دیا، لیکن اس دور کی ایک بہت بڑی لعنت یہ تھی کہ صنفِ قصیدہ عام ہو چکی تھی۔ سلاطین وقت کے سامنے شعراء مدحیہ قصائد پیش کر کے انعام واکرام حاصل کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے شعراء میں سے خال خال ہی کوئی ایسا نظر آئے گا، جو اس مصیبت سے بچا ہو۔ لیکن ایسے بندگانِ خدا بھی ملتے ہیں، جنہوں نے نعت کا دامن نہیں چھوڑا۔

فارسی کے نعت گو شعراء میں حضرت خواجہ فریدالدین عطار، حضرت مولانا مولوی جلال الدین رومی، مولانا نظام گنجوی، حضرت مولانا جامی اور حضرت سعدی شیرازی علیہم الرحمۃ والرضوان کے نام خصوصیت سے مذکور ہیں۔

حکیم خاقانی اس زمانے کے شعراء میں سے وہ عظیم شخص ہیں، جنہوں نے قصیدہ کو نعت کا رنگ دے دیا۔

میدانِ نعت میں حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا لوہا منوا لیا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے شہنشاہِ حسیناں کا تذکرہ بہت ہی عمدہ اور لطیف اسلوبِ نگارش میں کیا۔ یہ شعر سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ادبی کمالات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

پاک و ہند کی نعتیہ شاعری

اب آئیے سرزمینِ ہند کی نعتیہ شاعری کی طرف۔ دیارِ ہند میں جن شعراء نے

عربی - فارسی - اُردو اور ہندی میں اللہ کے محبوب کا سراپا بیان کیا ہے - ان پر اگر تفصیل سے گفتگو کی جائے، تو بات طوالت کی شکل اختیار کرلے گی - ایجاز و اختصار اور جامعیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہاں صرف ان معزز و مکرم شعراء کے نام ہی ذکر کرتے ہیں -

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری، حضرت امیر خسرو، حسن دہلوی، محسن کاکوروی، عرفی شیرازی، داغ دہلوی، مرزا غالب، حضرت موہانی، نذیر نیشاپوری، مومن خاں مومن، سودا، شیفتہ، حضرت بیدم وارثی، علامہ محمد اقبال، حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی، حضرت شہیدی، اور حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے اسماء گرامی افقِ نعت پر درخشندہ ستاروں کی مانند چمکتے ہیں - ان میں کچھ نے جزوی طور پر اور کچھ نے مستقل طور پر نعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی؛ ان میں بعض بزرگ ہستیاں وہ ہیں جنہوں نے نعت فقط نعت کہی، کسی کی سروری اور شہنشاہی کی جلالت اُن کے ایوانِ شوق کو مرعوب نہ کرسکی -

کسی مجازی حسین کے حُسن میں بے تابی، گیسو کی اسیری، ہجر کے مصائب، وصل کی لذتیں اور عتاب و عقاب، ان کے بحرِ شعر کی تلاطم خیز موجوں کا رُخ اپنی طرف متوجہ نہ کرسکے، بلکہ اُن کا قبلۂ خیال اور مرکزِ تفکر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا - اُن کے قصرِ ادب کے فلک بوس مینارے اگر کہیں جُھکے، تو صرف اور صرف گنبدِ خضراء کی مُشک بار فضاؤں کی طرف -

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا قبلہ مانا اور جانا - اَوجِ ثریا سے ٹکر کھانے والے ادبی شاہپارے کہنے کے باوجود یہی تصور رہا کہ ہم نے جو کہا ہے، پائے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لمس کرنے والی خاک کی عظمت و رفعت کے بیان کی حدود بھی اس سے

کہیں بلند و بالا ہیں - غالب نے اپنے بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے برملا کہا ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

ایک اور صاحبِ دل نے تڑپ کر نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اس طرح اظہار کیا ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

تاریخ نویسوں کی ستم ظریفی کا کیا کہنا امام اہلِ سنّت اور معاصر بزرگوں نے اُردو ادب میں ایک کثیر مقدار میں ذخیرہ چھوڑا، مگر تاریخ ادب میں ان کا نام بھی بمشکل کہیں ملتا ہے - اس لیے کہ انہوں نے نعتِ محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے لیے اپنی علمی و ادبی خدمات وقف کر دیں — جناب شمس بریلوی رقم طراز ہیں،

"خواہ تاریخِ ادب میں ان بزرگوں کے نام مذکور نہ ہوں، لیکن عاشقانِ رسول کی فہرست میں سرِ فہرست قیامت تک ضرور رہیں گے - تاریخِ ادب کی یہ چشم پوشی بے وجہ نہیں ہے کہ ان حضرات کی شاعری دوسرے شعراء کی طرح ذریعۂ عزت و منتہائے کمال یا سرمایۂ فضل و مرتبت نہیں تھی، بلکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے پاک دلوں میں جب محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جوشِ فراواں ضبط کی حدوں کو توڑ ڈالتا ہے، تو اُن کے دل کے راز شعر کا لباس پہن کر جلوہ گر ہو جاتے -" (ذوقِ نعت ص۷)

اعلیٰ حضرت اور نعت

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی شاعری میں مسندِ امامت پر رونق افروز ہیں - اعلیٰ حضرت نے نعت گوئی میں مقامِ ادب کو ملحوظ رکھا ہے، کیونکہ عام شاعری اور نعتیہ شاعری میں بڑا فرق ہے - یہ

ایسا مشکل اور پُرپیچ راستہ ہے کہ اگر حدِ اعتدال سے بڑھ جائے، تو شرک کا احتمال ہوتا ہے اور اگر پیچھے ہٹے، تو تنقیصِ رسالت کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ دونوں باتیں آدمی کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں۔ بہت سے شعراء کرام نعت گوئی میں ٹھوکر کھا گئے لیکن فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام میزانِ شریعت پر تُلا ہوا ہے، اس لیے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بقولِ خود قرآن سے نعت گوئی سیکھی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

قرآں سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے، تو الوہیت تک پہنچتا ہے۔ اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص کرتا ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھا سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت میں دونوں جانب حد بندی ہے" (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۳)

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فنِ نعت گوئی میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

راہبر کی راہِ نعت میں گر حاجت ہو　　نقشِ قدم حضرتِ حساں بس ہے

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا فرمودات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے شعر میں کسی سے اصلاح نہیں لی اور اس میدان میں آپ کا کوئی استاذ نہیں۔ اُستاذ تو شاعروں کے ہوتے ہیں، عاشقوں کے نہیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جو کچھ کیا، وہ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کیا۔

فاضل بریلوی قدس سرہ کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحت، لطافت و نزاکت اور سلاست سب آپ کی باندیاں ہیں اور دست بستہ حاضرِ خدمت ہیں۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مُسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی نعتوں میں حُسن و رعنائی، دل کشی و رنگینی طرزِ ادا کی خوش اسلوبی، جذب و شوق، سوز و گداز، خوبصورت استعارے، دل آویز تشبیہات اور بامعنی تلمیحات کا شاعرانہ اظہار پوری تابانیوں کے ساتھ موجود ہے۔

حضرتِ فاضل بریلوی کی نعت میں تفوق کے بارے میں حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نہایت لطف اندوز واقعہ بیان فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاعرانہ محفل میں، مَیں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قصیدۂ معراجیہ اپنے انداز میں پڑھا، تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اُردو ادب کے نقطۂ نظر سے اس قصیدۂ کی زبان کے متعلق ادیبوں کا فیصلہ چاہتا ہوں، تو سب نے کہا، اس کی زبان تو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے۔ اس قسم کا واقعہ دہلی میں بھی پیش آیا، تو سرآمد شعراء نے جواب دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھیے۔ آپ عمر بھر پڑھتے رہیں، ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

بحیثیتِ نعت گو شاعر کے جناب افتخار اعظمی نے فاضل بریلوی کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا، "آپ کے کلام کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے، حالانکہ اُن کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقۂ اُولیٰ میں جگہ دی جانی چاہیے" (ارمغانِ حرم صفحہ ۱۴)

حضرتِ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ نبوت کے ادب و احترام کا خصوصیت سے لحاظ رکھا ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام میں کوئی شعر ایسا نہیں ملتا جس میں مقامِ نبوت ، گرتا ہوا نظر آئے۔ ایک مرتبہ معروف شاعر حضرت امیر مینائی نے نعت لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کی، جس کا مطلع تھا ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت نے مطلع سُنا اور مضطرب ہو کر فرمانے لگے: مصرعہ ثانی مقامِ نبوت سے فروتر ہے۔ حضور کو لیلیٰ اور گنبدِ خضرا کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا عاشقانِ رسولِ مقبول کے شایانِ شان نہیں۔ آپ نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلّٰی کے سامنے

اس طرح ایک اور صاحب نے سنایا: "شانِ یوسف جو گھٹی، تو اسی در سے گھٹی" آپ نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے نہیں بڑھانے تشریف لائے ہیں: اس کو یوں بدلو ...... "شانِ یوسف جو بڑھی تو اسی در سے بڑھی"

کلامِ رضا کی فنی و معنوی خوبیاں

حضرتِ فاضل بریلوی کے حُسنِ تغزّل کے بارے میں حضرت اختر الحامدی کے الفاظ سنہری حروف سے مرقوم ہونے کے قابل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"اپنے معاصرین میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا امتیازی مقام ہے، اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک عشقِ رسول اور دوسرا تبحرِ علمی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے شاعر ہیں، جنہوں نے حُسنِ اہتمام کے ساتھ غزل کو نیا روپ دیا۔ آپ نے اس عروسِ سخن کو مجازی محبوب کی دہلیز سے اٹھایا، نعت کا پاکیزہ لباس پہنایا۔ عشقِ حبیب کے مقدّس زیور سے آراستہ کیا اور حقیقی محبوب کی چوکھٹ پر پہنچا کر زندۂ جاوید بنا کر اس کے حقیقی مقام پر پہنچا دیا۔ (امام نعت گویاں صنـ۸۰)

رنگِ تغزل کی مثال ملاحظہ ہو ؎

نقاب الٹے وہ مہرِ انور، جلالِ رخسار گرمیوں پر!
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

آپ کے مشہور سلام رضا کا شعر ہے ؎

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اُس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جدّتِ طبع

شعر و سخن کے امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جدّتِ طبع کا اندازہ لگائیے کہ آگ کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے ؎

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھُٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے

شمع کا بغیر دھوئیں اور پھُول کا بغیر کانٹے کے ذکر کر کے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ باسلوبِ کمال اپنے شاعرانہ مسندِ تخیّل کو اس شعر میں بیان فرماتے ہیں ؎

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھُول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

مضمون آفرینی

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں مضمون آفرینی اور رعنائیٔ خیال کی کمال درجہ کی مثالیں ملتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

وہ دل کے خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا

روزِ مرّہ کے محاورے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ثقل سے خالی، سلاست اور

روزمرہ استعمال ہونے والے محاوروں سے سجا ہوا ہے۔ تاج و تخت کے لیے حکومتیں ٹکرائیں اور فنا ہو گئیں۔ فاضل بریلوی قدس سرہ جس خوبی سے اس مضمون کو ادا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے اور جھوم جائیے ؎

اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دُنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

سلامِ رضا

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا چہار دانگِ عالم میں شہرت یافتہ سلام، اُن کی سلاستِ زبان اور زورِ بیان کا منہ بولتا کرشمہ ہے۔ اس سلام کا یہ شعر حسنِ نعت کا ایسا گلِ جمیل ہے، جس کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہے۔ اس کی روانی اور سادگی بے مثال ہے۔ مقالہ کی طوالت مانع نہ ہو تو سلامِ رضا سے بہت سے اشعار مثال کے لیے پیش کیے جا سکتے ہیں، اس لیے کہ

ہر ایک پھول بجائے خود گلشن ہے — مَیں کس کو چھوڑوں کس کو آگے کروں

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجرِ حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

استعارہ، حضرت امام شعر و ادب کا کلام صنائع بدایع اور بیان کے نوادرات سے بھرپور اور سلیقہ سے مزین ہے۔ آپ کے کلام میں استعارہ، تشبیہ، تجنیس، تلمیح لف و نشر کی کمی نہیں۔ علی الترتیب ہر ایک کی ایک ایک مثال سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور وجدان کا سُرور حاصل کریں اور دل کھول کر عاشقِ رسول کو داد دیں۔

مثال استعارہ، اُن کے قدم سے سلعۂ غالی ہو جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلالِ گل

دونوں جگہ گل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات مراد لی گئی ہے اور دونوں جگہ گل مستعار لیا گیا ہے۔

تشبیہ، ایک شعر چشمانِ مبارک کو حریمِ حق سے خوب تشبیہ دی گئی ہے۔

سُرمگیں آنکھیں، حریمِ حق کی وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

تجنیس، مومن تو وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

مصرعہ اولیٰ میں مرے سے ٹوٹ ٹوٹ کر کرنا اور مصرعہ ثانی میں مرے دل سے مراد مردہ دلی ہے۔

تلمیح، عروسِ سخن کے شناور امام احمد رضا کے کلام میں تلمیحات کا کثرت سے استعمال ہوا، جو آپ کے عروجِ فن، شاعرانہ رفعت اور فکر و نظر کی گہرائی کے لیے کافی ہے۔

لف و نشر مرتب، دندان و لب و زلف و رُخِ شاہ کی فدائی
ہیں دُرِ عدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن پھول

لف و نشر غیر مرتب، حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

ابھی تک تو امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اُردو کلام پر گفتگو ہوئی۔ لگے ہاتھوں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے عربی اور فارسی میں طبع آزمائی کی ہے۔ جناب یٰسین اختر مصباحی نے "المدیح النبی" میں امام کی عربی شاعری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے ۲۸۸ (ایک سو ستر) اشعار پر مشتمل عربی زبان میں ایک حمد کہی ہے (المدیح النبی ص ۱۹) اس کے علاوہ "حدائقِ بخشش" میں لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ کے عنوان سے آپ نے ایک نعت لکھی، جو عربی، فارسی، اُردو اور ہندی پر مشتمل ہے اور آپ کی شاعرانہ رفعت کا بیّن ثبوت ہے۔

تاجدارِ بریلی کا قصیدۂ معراجیہ

معراج شریف ایک ایسا عنوان ہے جسے تقریباً تمام شعراء نے اس کو موضوعِ سخن بنایا ہے، لیکن کلامِ امام تو امام الکلام ہے۔ آپ نے عروسِ سخن کے بانکپن کو جس طرح نکھارا ہے، وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔

پروفیسر مرزا نظام الدین لکھتے ہیں، ان کے معراج نامہ میں شاعرانہ نقطہ سنجیوں کے ایسے فنکارانہ نمونے نظر آتے ہیں کہ ذوقِ جمال جھوم اٹھتا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو،

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی، قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

(قصیدہ معراجیہ پر تحقیقی مقالہ ص۲۴)

علامہ اقبال اور کلامِ امام

شعر و سخن کے امام، امام احمد رضا کے نعتیہ کلام سے بڑے بڑے لوگ متاثر ہوئے۔ حکیم الامت حضرتِ علامہ اقبال کے کلام میں آپ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ نوادراتِ اقبال میں عبدالغفار شکیل ایم۔اے نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں؛ غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے۔ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا جلسہ تھا۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس جلسہ کے صدر تھے۔ جلسہ میں کسی خوش الحان نعت خواں نے امام احمد رضا خاں صاحب کی نظم شروع کی، جس کا مصرعہ تھا، "رضائے خدا اور رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)" نظم کے بعد علامہ اقبال علیہ الرحمہ صدارتی خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے اور ارتجالاً فرمایا ؎

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش لگائے خدا اور بجھائے محمد
تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم)

(نوادراتِ اقبال ص۲۵)

کلامِ امام اربابِ دانش کی نظر میں

ذیل میں ہم اربابِ فکر و دانش کی آرا کلام اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے "حیاتِ اعلیٰ حضرت" میں شیخ احمد ابو الخیر ملّی کا ایک مقولہ نقل کیا ہے، جو اردو قالب میں کچھ یوں ہے:

"مولانا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت ص۳)

مرزا داغ دہلوی کو حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع سنایا ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

مطلع سُن کر داغ جھومنے لگے، بار بار پڑھواتے اور وجد کرتے، بہت تعریف کی اور کہا فرمایا "مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔" یہ بہترین داد ہے جو استاد داغ دہلوی کسی شاعر کو دے سکتے تھے۔" (اعلیٰ حضرت بریلوی۔ مقبول جہانگیر ص۱۴)

ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں؛ حضرت مولانا بریلوی اُن اہل عرفان و نظر سے ہیں؛ جن کی طلب و آرزو میں زندگی کو صدیوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے" (ماہنامہ ضیائے حرم ص۶۴)
(اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر)

جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں؛
"احتیاط کے باوجود نعت کو کمال تک پہنچانا واقعی اعلیٰ حضرت کا کمال ہے"

(۱۸۵۷ء کے مجاہد ص۲۱۱)

الحاج حکیم مظفر الدین عزیز حضرت امام کے نعتیہ کلام پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں؛ "نعت گوئی کی روایت کو بلند سطح تک پہنچانے میں ان کا ایک مقام ہے۔ انہوں نے درود و سلام مناجات کی صورت میں نہایت مؤثر پاکیزہ اور معنیٰ آفریں نعتیں

کہی ہیں ــــــ دل چاہتا ہے کہ "سلام رضا" کا یہ شعر بار بار پڑھتے رہیں ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام (جہانِ رضا ص۸۵)

پروفیسر نسیم قریشی ریڈر شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنے تاثر کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ "مولانا احمد رضا خاں مرحوم مخزنِ علم تھے۔ اپنی بصیرت انگیز صلاحیتوں کی بدولت اپنی مثال آپ تھے۔ اُن کے نعتیہ قصائد مشّاقیِ فن کا مظہر اور جوشِ جذبات کا آئینہ ہیں۔" (اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر ص۶۹)

پروفیسر الٰہی بخش کہتے ہیں : اعلیٰ حضرت کی زندگی کے خزانے میں وہ تمام جواہر پوری آن بان اور تب وتاب کے ساتھ موجود ہیں، جو ایک نعت کہنے والے کے لیے ضروری ہیں۔ علوم دینی و دنیاوی کی گہرائی وگیرائی فکری و ذہنی صلاحیت فقیہانہ بصیرت عالمانہ تبحر اور عشقِ رسول سبھی کچھ ان کے دامن میں موجود ہے۔

(عرفان رضا ص۳۴)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صدر شعبہ اُردو کراچی یونیورسٹی لکھتے ہیں :
"علماءِ دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا بریلوی کا ہے"

اصغر حسین نذیر لدھیانوی کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں :
"مولانا احمد رضا خاں کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔" (سلام رضا ص۱)

جسٹس مفتی سیّد شجاعت علی قادری اپنی عربی کتاب "مجدد الامّۃ" میں علامہ حافظ احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت شیخ ضیاء الدین مدنی کا قول نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، "میں نے اعلیٰ حضرت کا عربی قصیدہ علماءِ مصر کے سامنے پڑھا، تو سب بول اُٹھے یہ کلام کسی خالص العرب کا ہے شعر ملاحظہ ہو (مجدد الامّۃ ص۱۲۸)

الحمد للمتوجہ، بجلالہ المتفرد وصلوتہ دوماً علی خیر الانام محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

کلامِ اعلیٰ حضرت قرآن و حدیث کا عکسِ جمیل

حسّانِ ہند حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بکثرت اشعار ایسے ہیں، جو قرآنِ حکیم کی تفسیر یا حدیثِ مبارکہ کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہیں۔ نہاں خانۂ قلب کی آواز تو یہ تھی کہ امامِ اہلِ سنّت نے جن آیات و احادیث کی منظوم شرح فرمائی ہے، اُن کی مکمل تخریج کی جائے، لیکن یہ مختصر مقالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ایک جھلک ملاحظہ ہو : ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم

اس میں قرآن مجید کی دو آیات والشمس وضحٰہا اور واللیل اذا سجیٰ کی طرف اشارہ ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا، ترے شہر و کلام و بقا کی قسم (حدائقِ بخشش)

اس میں تین آیات کا ترجمہ موجود ہے (۱) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ مجھے اس شہرِ مکہ کی قسم ہے، اس لیے کہ اے محبوب! تو اس میں تشریف فرما ہے۔ (۲) وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لائے (۳) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ اے محبوب! مجھے تیری عمرِ پاک کی قسم، یہ کافر اپنے نشے میں اوندھے ہو رہے ہیں۔

رفعتِ ذکر ہے تیرا حصّہ، دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا!
مُرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح و ثنا کرتے ہیں (حدائقِ بخشش ص۵۰)

مصرعۂ اُولیٰ میں قرآن پاک کی آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا بیان ہے۔

؎ اُن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

اس میں قرآن پاک کی دو آیات کی طرف اشارہ ہے (۱) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ نبی پاک اُن کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہے۔

(۲) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ه

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے، تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان (کنزالایمان)

جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلے مصرعہ میں اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کا ترجمہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں حدیث پاک كُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ کا ترجمہ موجود ہے۔

خلیل و نجی مسیح و صفی، سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ طویل حدیث شفاعت کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث پاک کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورج قیامت کے دن تمہارے اتنا قریب ہوگا کہ پسینہ کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا، تو اس حال میں لوگ استغاثہ کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے (بخاری صہ ۱۹۹)

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

حدیث میں فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ فِی الْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا (شمائل ترمذی صہ ۷۹) جس شخص کو تم میں سے طاقت ہو کہ وہ مدینہ پہنچ کر مرے پس اسے چاہیے کہ وہاں ہی مرے کہ جو وہاں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

چھائے ملائکہ ہیں، لگاتار ہے درود
بدلے ہیں بدلی میں بارش درود کی ہے

حدیث شریف میں ہے: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر روز ستر ہزار فرشتے آسمان سے اُتر کر حضرت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ انور کا طواف کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے بازوؤں سے تربتِ اطہر کو ڈھانپ لیتے ہیں اور قبرِ انور کو اپنے جلو میں لے کر آپ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آپ کے لیے ترقیٔ کمالات کے طالب رہتے ہیں۔ اس کے بعد فرشتوں کی یہ جماعت آسمان پر چلی جاتی ہے۔ پھر دوسرے ستر ہزار فرشتوں کی جماعت اتر آتی ہے جو صبح تک مشغول رہتی ہے (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صہ ۲۱۴)

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

حدیث شریف ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات ہے، میں کبھی چاند کو دیکھتا ہوں اور کبھی چہرۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا، هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ وہ میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۵۱۸)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

حدیث مقدسہ ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ه بے شک میں دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں، تم نہیں سنتے۔ (مشکوٰۃ شریف، صہ ۴۵۷)

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

قرآن مجید میں آتا ہے، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى - اور وہ تو کوئی بات نہیں کرتے، مگر وہ جو انہیں وحی کی جاتی ہے اور حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مَا اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَهُوَ الَّذِیْ لَا شَكَّ فِيْهِ - "جو خبر بھی میں تمہیں دیتا ہوں، وہ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔" (دُرِّ منثور جلد ۶ صہ ۱۲۲)

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

حدیث پاک میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ یمن کا ضماد نامی ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اُس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثناء فرما رہے تھے۔ آپ کے کلمات سُن کر ضماد نے کہا پھر ایک مرتبہ پڑھیے۔ خدا کی قسم! میں بہت سے کاہنوں، ساحروں، شاعروں کا کلام سُن چکا ہوں۔ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ كَلِمَاتٍ وَلَقَدْ بَلَغْنَا قَامُوْسَ الْبَحْرِ فَهَلُمَّ يَدَكَ اُبَايِعُكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَبَايَعَهٗ - لیکن اِن کلمات کے مثل میں نے نہیں سُنا۔ یہ تو معناً ایک بحرِ ذخار اور دریائے بیکراں ہیں، اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں دینِ اسلام قبول کرتے ہوئے آپ کی بیعت کرتا ہوں اور وہ مسلمان ہوگیا۔ (خصائص کبریٰ، صہ ۱۲۴)

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

حدیثِ نبوی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلا دی۔ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ وَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ - تو آپ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا، اس کو سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا (بخاری جلد ۱ صہ ۲۲) سُبحان اللہ! سخاوتِ مصطفےٰ اور وسعتِ یدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا کہنا۔ جو چیز کائنات کا کوئی سخی نہیں دے سکتا، ہاتھوں سے نہیں بانٹی جا سکتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ انور سے عطا فرما رہے ہیں۔

دستِ احمد عینِ دستِ ذوالجلال   آمد اندر بیعت و اندر قتال

سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ انور میں ایک چھڑی تھی۔ آپ جس بت پر وہ چھڑی لگا دیتے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، تو وہ بت اُوندھے منہ زمین پر گر جاتے، جس سے سب لوگ تعجب کرتے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴، صہ ۵۹) اس تعجب کو دُور کرنے کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دیا اور قرآن کریم نے بھی يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فرما کر اس ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دیا۔

زہے عزت و اعتلائے محمد   کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

اس شعر میں پائے اقدس کی عظمت و رفعت کا ذکر حدیثِ معراج کے حوالہ سے فرمایا کہ معراج کی شب عرش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور قدم مبارک کے بارے میں حضرت زراع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ - (مشکوٰۃ صہ ۴۰۲) "تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومتے۔"

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

حدیثِ نبوی ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یُرالہٗ ظل فی الشمس ولا فی القمر۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا ہے نہ چاندنی میں۔ (زرقانی علی المواہب جلد ۴، صـ ۲۲۰)

عنبر زمیں عبیر ہوا، مُشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تیری رہ گزر کی ہے

حدیث پاک میں ہے حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مر فی طریق من طرق المدینة وجد وامنہ رائحة الطین وقالوا۔ مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا الطریق۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزرتے، تو لوگ اُس گلی سے خوشبو پاتے اور کہتے کہ اس گلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

(دلائل النبوۃ صـ ۳۸۰ خصائص کبریٰ صـ ۶۷)

قرآن و حدیث کے آئینے میں کلامِ اعلیٰ حضرت کو دیکھنے کی ایک معمولی سی کوشش کی گئی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے ؎

فنِ شعری شہریار اپنی جگہ — نعت کہنے کو احمد رضا چاہیے

حرفِ آخر

آخر میں ملتِ اسلامیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین ہند میں اسلام کا پرچم بلند کرنے والے ایک عظیم اور مُدبر سپہ سالار فقہ حنفی کو چار چاند لگانے والے ایک نامور فقیہ، علم و فضل کے ایک درخشندہ آفتاب جس کی تابانیوں کے سامنے تمام مخالفین کے علم ماند پڑ جاتے ہیں۔ عالی شان اخلاقِ حسنہ سے مزین، عظیم الشان مدبر، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت کے پاسبان اور برصغیر کی مسلم اکثریت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ اس عظیم قدو قامت والی شخصیت کو تعصب کی پٹی اتار کر دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس عظیم رہنما کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہونے میں ہی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا مطالعہ حیاتِ ظاہری کو سنتِ نبوی کے مطابق ڈھالنے کے لیے ضروری ہے اور اس لیے بھی کہ مطالعہ سے ہی تصویر کے دونوں رُخ واضح ہو جاتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعت کے موجد و مؤید نہیں، بلکہ برصغیر میں آپ کا وجود مسعود غیر شرعی رسومات کے خاتمہ کے لیے ربِ کائنات جل شانہٗ کا ایک احسانِ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں تعلیمات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر عمل کرنے اور آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق رفیق ارزانی فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہِ حبیبک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم!

محتاجِ دُعا

حافظ محمد عمر فاروق سعیدی

مانسہرہ

عرضِ مُرتّب

حقیقت بہر حال حقیقت ہے ہزار ہا پردوں کے پیچھے بھی نہیں چھپتی ــــــ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی - اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے علمی کارنامے تجدید و احیائے دین اور فروغ عشق رسالت ایک حقیقت ہے، جسے تاریخ نویسوں نے بُغض و عناد کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپانے کی بہت کوشش کی، مگر جُوں جُوں جہالت کی تاریکیاں چھٹتی گئیں۔ علم و حکمت کا یہ آفتاب نمایاں ہوتا گیا۔

آج دُنیا میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علمی کارناموں پر تحقیق ہو رہی ہے، اور ارباب علم و دانش پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے مختصر عرصے میں بے مثال علمی کام کیا ہے، جس سے استفادہ کرنا متلاشیانِ راہِ حق کے لیے ضروری ہے۔

مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا پورا پورا احساس ہے، مگر فاضل بریلوی کی ذاتِ گرامی سے بے پناہ محبت و عقیدت کے جذبے نے قلم اُٹھانے کی ہمت دی اور اسی جذبہ کے تحت یہ حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔

سگِ دربارِ عالیہ سعیدیہ کاظمیہ

حافظ محمد عمر فاروق سعیدی

دعوتِ عمل

1 — فرائض و واجبات کی ادائی کو ہر کام پر اوّلیت دیجیے۔ اسی طرح حرام و مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجیے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

2 — فریضۂ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجیے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائی کے برابر نہیں ہے۔

3 — خوش اخلاقی، حُسنِ معاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنایے۔

4 — قرض ہر صورت میں ادا کیجیے کہ شہید کے تمام گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں لیکن قرض مُعاف نہیں کیا جاتا ہے۔

5 — قرآن پاک کی تلاوت کیجیے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلامِ پاک کا بہترین ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجیے۔

6 — دینِ متین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہلِ سُنّت کی تصانیف کا مطالعہ کیجیے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سُنائے۔

7 — فاتحہ، عُرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرینی اور پھلوں کے علاوہ علماء اہلِ سنّت کی تصانیف بھی تقسیم کیجیے۔

8 — اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے احکام و فرامین جاننے، ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے **رضا اکیڈمی** کی تحریک میں شمولیت اختیار کیجیے۔

9 — ہر شہر میں سُنّی لٹریچر فراہم کرنے کے لیے کُتب خانہ قائم کیجیے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی

10 — ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجیے اور اس میں علماء اہلِ سُنّت کا لٹریچر ذخیرہ کیجیے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

11 — انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجیے۔

12 — رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور کی رکنیت قبول کیجیے، رکنیت فارم اکیڈمی کے دفتر سے طلب کیجیے۔

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) ۔ لاہور ۔ پاکستان